

عظیم خاتون ، شدید ابتلاء

محترمہ زینب الغزالی پر کیا گزری!

مولانا خلیل حامدی صاحب

”یہ مضمون ایک باب ہے اُس لڑا دینے والی ایک غورنوشت کتاب کا جس کی مؤلفہ زینب الغزالی ہیں۔ اُرومی ”رودادِ قفس“ کے نام سے مولانا خلیل حامدی نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اسے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ مصر میں انخوان المسلمون کے ساتھ دغاں کے حلقہٴ خواتین پر کیا گزری۔ یہ کتاب مکتبہ المنار کے انتہام سے زیرِ طبع ہے۔“
(ادارہ)

قتل کا التواء | حمزہ نے ہمتی کی طرح چٹکھڑ کر صفوت الروبی کو حکم دیا کہ وہ مجھے رو بہ دیوار کھڑا کر دے۔ میں نے خود ہی جلدی کے ساتھ اس کے حکم پر عمل درآمد کر دیا، دیوار کے ساتھ کھڑی ہو گئی اور اپنے ہاتھ اوپر اٹھالیے۔ صفوت کے ہاتھ میں کوڑا اٹھا، وہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ میری کمر پر یہ سنا شروع ہو گیا۔ حمزہ نے ایک اور سپاہی کو بلایا جس کا نام سعید تھا۔ اُسے میرے پہلو میں کھڑا کر دیا۔ اُس کے ہاتھ میں بھی کوڑا اٹھا اور وہ اُسے زمین پر مارتا تھا۔ ایک تیسرا سپاہی جلتے ہوئے تیل کا ایک کنستریلے کر آیا جس میں انہوں نے متعدد کوڑے ڈال دیے۔ حمزہ البیونی اور صفوت الروبی چلے گئے، مگر بدبخت سعید کو یہیں چھوڑ گئے۔ وہ چہرے کوڑوں کو جلتے ہوئے تیل میں ڈالتا اور مجھے حکم دیتا کہ میں اس کا رواجی کو غور سے دیکھتی رہوں۔ کچھ عرصہ بعد صحن میں دس سے زائد سپاہی داخل ہوئے۔ اُن میں سے ہر ایک نے ایک ایک کوڑا اٹھا لیا اور زمین

پہلے آسے مارنے لگے۔ اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے جاتے تھے کہ اے بنت الحرام، یہ جو میری تازیانہ
 تمہارے ہی لیے لپکدار کیے جا رہے ہیں۔ میں اُن کی طرف نظر نہ اُٹھاتی۔ میں اُن کی تیاریوں کو
 دیکھ کر اللہ کی یاد میں مشغول ہو گئی۔ قرآن کریم کی یہ آیت وردِ زبان تھی:

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ
إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ فَانْقَلَبُوا بِنِعْمَةِ رَبِّهِمْ إِلَى
أَرْضِهِمْ فَأَمْسَحَ اللَّهُ عَنْهُمْ آلِهَتَهُمْ الَّتِي كَانُوا يَعْبُدُونَ وَآتَاهُمُ

کچھ وقفے کے بعد ظالم صفوت الروبی آگیا اور کہنے لگا: ”سپاہیو، یہاں سے سر دست نکل جاؤ، میرا انتظار کرو۔ رات تک اس کا قتل ملنوی کر دیا گیا ہے۔“ صفوت نے مجھے بازوؤں سے کھینچا اور کوٹھڑی کی طرف لے گیا۔

کو ٹھٹری کا طلسمی دروازہ کھلا اور مجھے اُس کے منہ میں ڈال دیا گیا۔ علیہ اور غادہ سورہی تھیں وہ میری آواز سن کر یک دم اُٹھ گئیں۔ میرے پاؤں سے جو لہو رس ربا تھا اُس سے دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔ علیہ پوچھنے لگی کہ تمہارے پاؤں کو ان لوگوں نے کیا کیا ہے؟ میں نے صرف الحمد للہ کہا اور انہیں سو جانے کی نصیحت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کو میں نے شفا کا ذریعہ بنایا: بِسْمِ اللّٰهِ اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ اللّٰہ کے نام سے میں اللہ کی عظمت و جلال کی پناہ مانگتی ہوں اُس شر سے جس میں میں مبتلا ہوں اور جس کا مجھے اندیشہ ہے۔

دو راتیں — سنگین و گراں راتیں — گزر گئیں، لیکن کوڑوں کی چوٹوں سے میرے جسم کا ہر حصہ درد و الم میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں اپنے درد کو اندر ہی اندر پیتی اور اُسے علیہ اور غادہ پر رحم کرتے ہوئے ظاہر نہ ہونے دیتی۔ اُن کی یہ پوری کوشش رہی کہ مجھ سے یہ نہ پوچھیں کہ رات مجھے کیوں بلا یا گیا تھا اور پھر مجھ پر کیا گزری۔ اس نفسیاتی کیفیت کے ساتھ کہ "گزی ہو جس پر کل بجلی وہ میرا آشیانہ کیوں ہو"۔ انہوں نے میرے جسم پر نمایاں ہونے والے آثارِ تعذیب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیے تھے اور پھر میں جس طرح مضطرب ہو کر کوٹھڑی میں واپس آگئی تھی وہ منظر بھی وہ دیکھ چکی تھیں۔

صبح کے وقت غادہ نے مجھ سے گزشتہ واقعہ کے بارے میں سوال کر ڈالا، مگر علیہ نے اُس کو چپ کر دیا۔ مجھے غادہ کے سوال میں کسی نئے خطرے کا کھٹکا لگا۔ میری جان سکڑ گئی اور پھر جیسے تیسے دن گزر گیا۔

میں ہوں فوجی جیل کا بھیڑیا | عشاء کی نماز پڑھی تھی کہ پھر کوٹھڑی کا دروازہ کھلا۔ سامنے صفوت الروبی اپنے تاریک تن و توش کے ساتھ نظر آیا۔ اُس نے وحشیانہ انداز میں پکارا: ”زینب اُٹھ!“ اور پھر اُس نے مجھے ہاتھوں سے پکڑا اور باہر کھینچ کر لے چلا۔ اُس نے مجھے چلنے کے لیے کہا اور میں اپنا توازن برقرار نہ رکھنے کی وجہ سے انتہائی خستگی کی حالت میں زمین پر گر جا رہی تھی۔ راستے میں اُسے ایک شخص ملا جس نے کہا کہ ”صفوت، خلیل بک تمہارا انتظار کر رہا ہے“ صفوت نے حسبِ عادت دشنام طرازی اور لعن طعن کی اور پھر جواب میں کہنے لگا: ”میں یہ مصیبت نہ دیکھتا ہوں اُس کے پاس“۔ اُسی دوسرے آدمی نے مزید پوچھا کہ یہی ہے زینب الغزالی؟ صفوت نے کہا: یہی ہے زینب الغزالی۔ یہ کہا اور پھر مجھے گالیاں دینا شروع کر دیں۔ اور مجھے اُس کمرے میں دھکا دے کر داخل کر دیا جہاں کہ سی پر ایک شخص پہلے سے براجمان تھا۔ اس کا چہرہ سیاہ مانند شبِ تار اور خوفناک جیسے دیوِ مردم خور۔

یہ دیریکا ایک اچھلا، جیسے کسی جن نے اُسے چھو لیا ہو۔ اُس نے صفوت الروبی سے کہا کہ: ”جاؤ اور فلاں آدمی کو لے آؤ“۔ اور وہ خود مجھے استادہ چھوڑ کر کمرے کے اندر مار گزیدہ شخص کی طرح ادھر ادھر گردش کرنے لگا۔ صفوت واپس آگیا اور اُس کے ساتھ وہ شخص بھی آگیا جسے طلب کیا گیا تھا۔ اُس نے کہ سی پر بیٹھتے ہی مجھ سے سوال کیا: ”یا بنت، تم کون ہو؟“ میں نے کہا میں زینب الغزالی الحبیبی ہوں۔ وہ کہنے لگا: تم یہاں کیوں آئی ہو؟ میں نے جواب دیا۔ یہ میں نہیں جانتی۔ وہ کہنے لگا: تمہیں یہ جاننا چاہیے کہ تم یہاں کیوں آئی ہو۔ تم یہاں اس لیے آئی ہو کہ تم نے اور المہنسی، سید قطب اور عبدالفتاح اسماعیل نے مل کر جمال عبدالناصر کے قتل کی سازش کی تھی۔ میں نے ہرجستہ کہا: یہ بات خلاف واقعہ ہے۔ اُس نے کہا: ڈھنگ سے بات کرو۔ آج رات کو معمول کی طرح کوڑے نہیں ہوں گے، بلکہ تمہاری گردن اڑے گی۔ کیا تمہیں

معلوم ہے کہ میں کون ہوں۔ میں ہوں فوجی جیل کا بھیڑیا۔ آئی بات سمجھ میں؟

میں نے کہا: جیل میں صرف آپ ہی نہیں بلکہ تمام لوگ بھیڑیے اور کتے نظر آتے ہیں۔ جب سے میں نے جیل میں قدم رکھا ہے آدم زاد تو مجھے ایک بھی دکھائی نہیں دیا۔ سوائے ان مطلوبوں کے جو اخوان المسلمین سے تعلق کی وجہ سے یہاں لائے گئے ہیں۔ یہ لوگ امانتِ خداوندی کے علمبردار اور حق کے گواہ ہیں۔ اور باقی سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے۔ میرا جواب سن کہ یہ شخص اٹھا اور مجھے اپنی لات رسید کی۔ اور پھر مجھے اپنے دونوں ہاتھوں سے گھونسنے مارے اور مجھے نیچے پھینک دیا۔ اور اپنے پاؤں سے مٹو کر میں مارنا شروع کر دیں۔ پھر مجھے اُپر اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ اب میرے سوا اس چھوٹ چکے تھے۔ میں نے دیوار سے ٹیک لگالی۔ مگر اس نے میری طرف دیکھ کر کہا: یہ فلسفہ ہم نہیں جانتے، سیدھی کھڑی ہو کر بات کرو۔ پھر اس نے میرے چہرے پر دونوں ہاتھوں سے پھڑپھڑ مارے۔ صفوت نے مجھے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر کرسی پر بٹھا دیا اور کمرے کا دروازہ بند کر کے خود باہر نکل گیا۔

کچھ وقفے کے بعد ایک اور شخص آیا اور کہنے لگا: ”زیب یہ کیا کر رہی ہو! اپنے آپ پر کیا ظلم ڈھار رہی ہو۔ کیوں تم لوگوں کو بُرا بھلا کہتی ہو اور اُن کا تسخّر اُڑاتی ہو۔ صدر کا دل بڑا وسیع ہے۔ وہ تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے۔ ہم تمہیں اخوان کے مقدمے میں صرف گواہ بنانا چاہتے ہیں۔ اور پھر ہم تمہیں اس جرم سے نکال لیں گے جس میں اخوان المسلمون کے لوگوں نے تمہیں ملوث کر رکھا ہے۔“

میں نے جواب دیا: اخوان المسلمون نے کوئی جرم نہیں کیا۔ اصل جرم یہ ہے کہ تم اوباش لوگ اس ملک کی گردن پر سوار ہو چکے ہو۔ وہ کہنے لگا: ”تم یا تو پاگل ہو اور یا تمہاری نفسیاتی کیفیت میں منتِ فتور برپا ہو چکا ہے۔ میں اب تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔ کل میں کسی کو تمہارے پاس بھیجوں گا جو تمہارے ساتھ مفاہمت کے طریقہ سے بخوبی آگاہ ہوگا۔“ وہ یہ کہہ کر باہر نکل گیا اور میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اُس نے مجھے کھڑا رہنے کا حکم نہیں دیا۔ کیونکہ اب مجھ میں کھڑا رہنے کی سکت باقی نہ رہی تھی۔

میں کمرے ہی میں تھی کہ مٹوڑی دیر کے بعد ایک شخص اندر آیا۔ ہاتھ میں اُس نے کوڑا لے رکھا

تھا۔ اُس کی امتیازی علامت یہ تھی کہ اُس کا چہرہ دانتوں سے بھرا ہوا تھا۔ اُس نے آتے ہی کہا: یا بنت اُمّ! تو کون ہے؟ میں نے کہا: میں زینب الغزالی الجبیلی ہوں۔ اُس نے کہا: واٹے روزہ سیاہ۔ میں یہاں آ گیا ہوں۔ اب اس عورت کی یہ رات زندگی کی آخری رات ہوگی۔ ایک اور شخص آکر پہلے شخص سے کہنے لگا۔ تم یہاں سے نکل جاؤ۔ میں اس کے ساتھ کچھ دیر کے لیے نشست کرنا چاہتا ہوں۔ تم لوگ اس کے ساتھ جو سلوک کر رہے ہو درست نہیں ہے۔ اس نے رفاہ عامہ کے بڑے کام کیے ہیں۔ لیکن اخوان کے لوگوں نے اسے مصیبت میں پھنسا دیا ہے۔ پہلا شخص بولا کہ بھائی درست کہتے ہو۔ بے شک اس نے اچھے کام کیے ہوں گے۔ اب تم اس کے پاس آ چکے ہو۔ اس کی مہلت عمر ختم ہو چاہتی ہے، بس چند منٹ اور باقی ہیں۔

میں سلطانی گواہ بن جاؤں | دوسرے آدمی نے پہلے شخص سے کہا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ میں اس کے پاس بیٹھ کر کچھ تبادلہ خیال کرتا ہوں۔ تم لوگ اس خاتون سے متعین طور پر کیا چیز چاہتے ہو؟ پہلے نے کہا: صدر جمال عبدالناصر اور فیڈ مارشل عبدالحکیم عامر کی خواہش ہے کہ اخوان المسلمون کے مقدمے میں زینب الغزالی کو سلطانی گواہ بنایا جائے۔ اخوان المسلمون کے لوگوں نے تو اپنے جرم کا اقرار کر لیا ہے۔ یہ بھی اخوان کی سازش کی تصدیق کر دے۔

اس گفتگو کے بعد پہلا شخص باہر چلا گیا اور دوسرا بیٹھا رہا۔ اُس نے مجھ سے سوال کیا: زینب! تم یہ کیا اپنے پاؤں پر کھڑی مار رہی ہو۔ تمہارا لباس نہایت گندہ اور تار تار ہو رہا ہے۔ پھر وہ گرسی پر بیٹھ کر بولا: تمہارے چہرے سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ تم اس وقت سخت خستگی میں ہو۔ کیا اس وقت تم میرے سوالوں کا جواب دے سکتی ہو یا یہ گفتگو کل پر اٹھا رکھیں؟ میں نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس پر اُس نے کہا: آج صبح کے وقت میں تمہارے بھائی عبدالمنعم اور سیف اور تمہارے خاوند کے پاس تھا۔ تمہارا خاوند بڑا شریف اور نیک سرشت انسان ہے، مگر تم اس کے مقابلے میں بڑی بے لچک ہو۔ میں اس قضیے سے تمہیں نجات دلانا چاہتا ہوں اور یہ بات کہ تم سلطانی گواہ بن جاؤ، بڑی خوشگوار اور نفع بخش بات ہے۔

یہ کہہ کر اُس نے صفوت الروبی کو بلایا اور اُسے حکم دیا کہ مجھے کوٹھڑی میں لے جائے تاکہ میں کچھ نیند لے لوں اور تازہ دم ہو کر اس مسئلے پر سوچ بچار کروں۔ کل اسی سلسلے میں پھر نشست ہوگی۔

صفوت نے حکم کی تعمیل کی اور مجھے کوٹھڑی میں چھوڑ آیا۔

کلبہ احزان میں | کلبہ احزان میں میں واپس آ گئی۔ علیہ اور غادہ عمو خراب تھیں۔ علیہ کو میرے آنے کا پتہ چل گیا۔ پوچھنے لگیں: حاجن بی! آگئی ہو؟ میں نے کہا: الحمد للہ!

کوشش کی کہ آنکھ لگ جائے، مگر کہاں میں اور کہاں نیند۔ فجر کی اذان ہوئی۔ ہم نے مل کر اللہ کے حضور نماز گزاری۔ غادہ نے مجھے پوچھنا شروع کر دیا کہ کیا کیا کارروائی ہوئی؟ میں نے کہا: بھئی ہمارا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ سے یہی دعا ہے کہ وہ ہمیں حق پر ثابت و قائم رکھے۔ یہ گروہ ظالمین ہماری آزمائش پر تلا ہوا ہے۔ اور مجھ سے ایسی بات کا مطالبہ کیا جا رہا ہے جو قطعاً محال ہے۔ علیہ بول اٹھیں: حاجن، اللہ تمہاری دستگیری کرے۔ غادہ نے پھر اپنا سوال دہرایا اور مجھ پر جو کچھ بتی وہ پوچھنا چاہی، مگر میں کچھ نہ بیان کر سکی۔ تین خستہ و کوفتہ تھکی اور آنے والی رات کی نشست کے لیے اپنے آپ کو تیار کرنا تھا۔ علیہ میری خاموشی سے اصل بات سمجھ گئی۔ غادہ بھی چپ ہو گئی اور دن گذر گیا۔

اخوان سے دست برداری کے لیے دباؤ | پھر آگئی وہ شبِ دیجور جس کے تصور سے میں لرز اٹتی

نرساں تھکی۔ علیہ اور غادہ میرے لیے اور تمام اخوانی رفقاء کے لیے خدا کے حضور دعاؤں میں مشغول ہو گئیں۔ کوٹھڑی کا درواہ ہوا۔ مجھے نکال لیا گیا۔ اس مرتبہ میں نے ایک ایسے آدمی کو صفوات الروبی کی معیت میں دیکھا جس کی شکل اب تک سامنے نہ آئی تھی۔ یہ دونوں مجھے معمول کی تعذیب گاہ میں لے گئے۔ اس نووارد انسان نے صفوت کو حکم دیا کہ کمرے سے نکل جائے۔ پھر اُس نے مجھے اپنے قریب ایک کمرے پر بٹھالیا اور اپنی بات شروع کرتے ہوئے کہا:

”سیدہ زینب! جو لوگ بھی تمہارے پاس تمہاری خیر خواہی اور دستگیری کے لیے آتے رہے ہیں تم نے اُن سب کو بچھا دیا ہے۔ میں آج تمہارے پاس آخری اور قطعی بات کہنے کے لیے آیا ہوں۔ اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ میری اور تمہاری مدد کرے۔ تم اللہ کے بھروسے پر چھلانگ مار ڈالو۔ چھوٹو اخوان المسلمون کی کہانی۔ ان کی طرف سے تمہارے لیے ماتمی سزا کافی ہے کہ انہوں نے تمہیں موجودہ نازک اور جان گسل پوزیشن میں ڈال دیا ہے۔ ان کے بارے میں تم سراسر فریب خوردہ ہو۔ تمہارے دماغ میں یہ سودا سا گیا ہے کہ اخوان

فی الواقع اسلام کے قدامت ہیں۔ یہ لوگ اقتدار کے بھوکے ہیں۔ ہماری درخواست ہے کہ تم ہمارے لیے اپنا دل کھولو۔ الہنبی نے ایسا خطرناک بیان دیا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ تمہیں تھو کی مزادی جائے۔ سید قطب نے بھی الہنبی کے بیان کی توثیق کر دی ہے۔ ہم ان کے بیانات کو سچا نہیں مانتے، البتہ تمہیں اس قضیے سے مکمل طور پر نکلنا چاہتے ہیں۔ تم سلطانی گواہ بن جاؤ۔ ہمارا مشورہ یہ ہے کہ تم ابھی اپنے گھر چلی جاؤ۔ اور جب ہمیں تمہاری گواہی کی ضرورت پیش آیا کرے گی ہم کسی آدمی کو بھیج کر تمہیں کو منگوا لیا کریں گے۔ یا ہم خود تمہارا سامنے آجایا کریں گے۔ اگر میرا مشورہ تمہیں منظور ہے تو ابھی تمہاری ملاقات فیلڈ مارشل عبدال حکیم عامر اور صدر جمال عبدالناصر سے کرادی جائے گی۔ صدر کی طرف سے راتوں رات یہ حکم نامہ بھی جاری ہو جائے گا کہ سیدات مسلمات پر سے پابندی اٹھالی جائے اور رسالہ بحال کر دیا جائے۔ اسی پر بس نہیں، بلکہ صدر تو یہ عزم رکھتے ہیں کہ حکومت کے اندر تمہیں بہت بڑی پوزیشن دی جائے، جمہوریہ مصر کے اندر تمام تنظیموں اور انجمنوں اور ایسوسی ایشنوں پر تمہیں کبلی اقتدار حاصل ہو۔ اخوان والوں نے تمہارے ساتھ جو غداری کی ہے۔ وہی تمہارے لیے کافی ہے۔ وہ خود تو اس قضیے سے صیح و سالم نکل جانا چاہتے ہیں اور مصائب کا سارا بوجھ تمہارے سر پر لا دانا چاہتے ہیں۔

اس کی تقریر جاری رہی۔ میں کوئی لفظ منہ سے نکلنے بغیر ہمہ تن گوش ہو کر سنتی رہی۔ وہ گفتگو کے دوران میرے چہرے کے آثار اور میری حرکات تاثر رکھتا تھا۔ اس نے بات ختم کی تو گھنٹی دی۔ صفوت اندر آیا۔ اور اُسے چائے لانے کو کہا۔ مجھ سے بھی پوچھنے لگا کہ آپ قہوہ پینا پسند کریں تو آپ کے لیے بھی ایک کپ منگوا لوں؟ میں نے عرض کیا کہ آپ کا شکریہ۔ مجھے کوئی چیز دلکار نہیں ہے۔ اُس نے کہا: زینب! سنو۔ میں کاغذ اور قلم تمہیں دیئے دیتا ہوں، جن باتوں پر ہمارا اتفاق ہو چکا ہے وہ تم تحریر کر دو۔ میں نے کہا: ہمارا تو کسی چیز پر اتفاق نہیں ہوا۔ لہذا میں کیا آپ کو لکھ کر دوں۔

اُس نے میری طرف کاغذ بڑھاتے ہوئے کہا: ابھی تک تم اپنے فائدے کی بات سمجھنے سے قاصر ہو۔ میں پھر عرض کرتا ہوں کہ صدر صاحب تمہیں اس مصیبت سے نجات دینا چاہتے ہیں۔

اور تمہاری سیوا کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ وہ کونسا قضیہ ہے، جس سے مجھے نجات دلانے کا وعدہ کیا جا رہا ہے۔ اگر قضیہ سے مراد یہ ہے کہ کچھ خدا پرست افراد مل کر اپنے دین کا مطالعہ کرتے رہے ہیں اور شریعت اسلامی میں تفقہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں تو کیا اسے قضیہ یا مجرمانہ کارروائی کہا جائے گا؟ — صدر اور فیڈرل مارشل دونوں کے لیے زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ اُن لوگوں کے خلاف قانونی کارروائی کریں جو اخلاقی بے راہ روی، اباحت اور الحاد پھیلا رہے ہیں۔ ملک کے اندر ہر جگہ انہوں نے بدی کی اشاعت کی مہم چلا رکھی ہے۔ اگر تم مجھ سے کچھ لکھوانا چاہتے ہو تو میں یہ لکھ دیتی ہوں کہ اس مسکین اور مظلوم قوم پر کیا کچھ گزر رہی ہے۔ جو حق بات مجھے معلوم ہے میں وہ ضبط تحریر کیے دیتی ہوں۔“

وہ کہنے لگا: مجھے خوب معلوم ہے کہ تم بڑی فاضلہ اور عالمہ خاتون ہو۔ بلا کی عقل مند اور ذہین ہو، اس لیے مجھے یقین ہے کہ تم اب جن جہ سے حالات سے گزر رہی ہو اُن میں مزید اضافہ اپنے لیے پسند نہ کر دو گی۔ میں کاغذ اور قلم تمہارے پاس چھوڑے جا رہا ہوں۔ کچھ قلم بند کرنے سے پہلے اپنی نگاہوں کے سامنے یہ ضرور رکھو کہ صدر تمہیں اس قضیے میں سے الگ کرنا چاہتا ہے۔ قضیے کے تمام خطوط روز روشن کی طرح عیاں ہو چکے ہیں۔ یعنی الہی فی اور سید قطب عبدالناصر کو قتل کر کے اقتدار پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ اور اُن کا بیان ہے کہ اس سادی اسکیم کی پخت و پز زینب الغزالی کرتی رہی ہے۔ اس طرح کے بیانات سے وہ سازش کا سارا ملبہ تمہارے سر پر ڈال کر خود بری الذمہ ہونا چاہتے ہیں، بلکہ انہوں نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ وہ بالکل بے گناہ اور پاک ہیں۔ جو کچھ ہوا ہے تمہاری شہ پر ہوا ہے۔ اور تم نے ہی اُن دونوں کو مصیبت کے چنگل میں ڈالا ہے۔ — لکھو، ضرور لکھو، لیکن اپنی پوزیشن اور اخلاق کے روتے پر خوب سوچ سمجھ کر لکھنا۔ اُن کی سر توڑ کوشش ہے کہ اس سازش کا ایک ایک پہلو تم پر چسپاں کر دیا جائے اور وہ مقدمے میں سے سموچے نکل جائیں۔ ہمیں خبر ہے کہ انہوں نے خود پہلے تمہیں اس سازش کے لیے اکسایا اور آمادہ کیا۔ اور پھر انہوں نے تم سے ملحقہ اٹھایا۔ — یہ کوئی بہادری ہے۔ یہ تو انتہائی کینگی اور بزدلی ہے۔“

یہ ہے ہمارا اصل جرم | یہ شخص کا غذا اور قلم میرے سوا لے کر کے مجھے تنہا کرے میں چھوڑ کر چلا گیا۔ اُسے وہ کاغذ اور قلم جو جیل کی کوٹھڑیوں میں مجسوس و مطلوبہ اسیر کے پاس آ جاتے تھے اُسے اُس چار گرہ کپڑے کی قیمت غالب جس کی قسمت میں ہو عاشق کا گدیاں ہوتا میں نے قلم تقاضا اور مندرجہ ذیل تحریر لکھ دی:

”ہم لوگ اخوان المسلمون کے نوجوانوں کو لے کر بیٹھ جاتے تھے اور فقہ، حدیث اور تفسیر کی کتابوں کا باہم مطالعہ کرتے تھے۔ ان اجتماعات میں ہم نے ابن حزم کی المحلی، ابن القیم کی زاد المعاد، حافظ المنذری کی الترغیب والترہیب اور سید قطب کی ”فی ظلال القرآن“ کا مطالعہ کیا۔ سید قطب کی زیر طبع کتاب معالم فی الطريق کے اوراق بھی زیر مطالعہ آتے رہے۔ سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم کا درس بھی ہوتا تھا۔ اور اس بات کا بھی مطالعہ کیا جاتا تھا کہ دعوت اسلامی کا آغاز کس طرح ہوا۔ یہ سب اجتماع استاد حسن البھابی کے اذن و ارشاد کے تحت ہونے لگے اس اجتماعی مطالعہ سے ہمارا مقصد مسلمانوں نوجوانوں کے اندر صحت مندانہ اور مستحضرے اخلاق و کردار کے نمونے تیار کرنا تھا۔ شاید ہم اس طرح اسلام کی شوکت رفتہ بحال کر سکیں۔ اور ملک کے اندر اسلام کی ایک جاندار اور فعال امت وجود میں لائیں طویل غور و فکر کے بعد ہم نے طے کیا کہ ہر مقام پر ہم اخوان المسلمون کی تنظیم کو زندہ کر دیں اور اس سہمہ گیر جابلی معاشرے کے اندر کھوجانے والے نوجوانان ملت میں سے جس قدر صالح اور کارآمد افراد ہمیں مل سکتے ہوں۔ ہم صبر و تحمل اور لگاتار محنت سے انہیں جمع کرتے رہیں۔ یہ بھی ہم نے طے کیا کہ اس تربیت و تزکیہ کا عمل تیرہ سال تک جاری رہے گا۔ یہ مدت گزر جانے کے بعد ہم ملکی صورت حال کا میدانی جائزہ لیں گے اور ہم نے دیکھا کہ اسلام کے اصولوں پر کاربند رہنے والوں کی تعداد ملک کے اندر پچیس فی صد سے کم ہے لہذا ہم تربیت و اصلاح کا پروگرام مزید تیرہ سال بڑھا دیں گے اور دوبارہ اپنے اثرات و مساعی کا جائزہ لیں گے۔ اگر پھر بھی مطلوبہ نتائج

برآمد نہ ہوئے تو ہم اپنا کام بدستور جاری رکھیں گے۔ جب مجموعی طور پر ملکی آبادی میں سے ہمیں پچھتر فیصد لوگ ایسے ملیں گے جو فی الواقع اسلام کو جانتے بھی ہوں اور مانتے بھی، تو اس وقت ہم اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ اٹھائیں گے۔

— لہذا ہمارے ان پروگراموں میں کون سی چیز ایسی تھی جس سے جمال عبدالناصر خرقہ زدہ ہو گیا۔ اور دوسرے حکام بھی لرزہ برآمد ہو گئے؟ ہم جو نتائج پیش نظر رکھتے ہیں شاید انہیں برا نہ کرنے کے لیے کئی نسلیں کھپ جائیں۔ پھر تمہیں کیوں خوف لاحق ہے۔ یہ بات تو قطعاً ہمارے حاشیہ خیال میں بھی نہیں ہے کہ جمال عبدالناصر کو قتل کیا جائے۔ ہماری اسکیم میں تو اس کے قتل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہم جس اصلاح کے علمبردار ہیں وہ کسی ایک شخص یا چند اشخاص کے قتل سے بہت بالا و بڑا ہے، کیونکہ قتل و غارت گری کا اصول ہمیں سرے سے نامعلوم ہے، لیکن تم لوگ اس جھوٹے الزام کی آڑ میں دراصل اہل ایمان گروہ کی گردنیں اڑانا چاہتے ہو۔ — بلکہ مجھے اجازت دو تو میں تم سے یہ پوچھوں کہ ہماری تعذیب اور ہمارے قتل کا حکم تمہیں کس نے دیا ہے، صہیونیوں نے یا کمیونسٹوں نے؟

جس بات سے ملحد کمیونزم پر عشرہ جاری ہے، اباحت پسند اور عیسائیت بیزار مغرب خوفزدہ ہو رہا ہے۔ عالمی صہیونیت لرزہ رہی ہے اور اس کی تیند حرام ہو چکی ہے۔ اور اس کا سکون ختم ہو چکا ہے۔ — جس بات سے یہ سب حلقے خائف ہیں۔ یہ ہے کہ کہیں اسلام اپنے عقائد و نظریات، اپنے قوانین و شرائط اور اپنے معاملات و کردار کے ساتھ مسلمانوں کے اندر دوبارہ نہ جلوہ گر ہو جائے۔ جی ہاں، اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہی نے ان تمام حلقوں کو قلق و اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے اور اسی وجہ سے یہ ہماری گھاتیں میں رہتے ہیں۔ اور ہماری حرکات و سکنات کی ٹوہ لگاتے رہتے ہیں۔ اور پھر گھبرا کر وہ اپنے آکر کار حکمرانوں کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اسلامی عناصر کا قلع قمع کر دیں، لیکن اللہ تعالیٰ یقیناً اپنے نور کو غالب اور کافروں کو ذلیل و رسوا کرے گا۔ اگر تم لوگ آج ہمیں قتل کر دو گے تو ہمارے بعد اللہ ایسے لوگوں کو اٹھا دے گا جو اسلام کا پرچم بلند و بالا

کہیں گے۔ رہائشگاہات و مسلمات کا مجلہ یا تنظیم کا دفتر یا کوئی بھی دنیاوی متاع اگر وہ ہمیں اس شکل میں ملے کہ اس سے غیر اللہ کی خدمت سرانجام دی جائے تو ہم اسے مسترد کر دیں گے اور ہرگز قبول نہ کریں گے۔ ہمارا ہدف اور نصب العین صرف خوشنودی خدا ہے۔ اسی کا راستہ ہمارا راستہ اور اسی کی شریعت ہماری شریعت ہے۔“

بقلم: زینب الغزالی الحبیلی

صفوت الروبی کمرے میں آیا اور اس نے مجھ سے کاغذات مانگے۔ میں نے مذکورہ تحریر اس کے حوالے کر دی جسے وہ لے کر باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ شخص کمرے میں داخل ہوا، جو مجھے کاغذ اور قلم دے گیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کچھ کاغذات تھے، لیکن وہ میرے لکھے ہوئے کاغذات نہیں تھے۔ میرے سامنے اُس نے وہ کاغذ پرزہ پرزہ کر دیئے اور پھر میرے منہ پر دے مارے۔ غالباً یہ جتنے کے لیے کہ میں نے جو کچھ لکھ کر دیا ہے وہ اُس نے ضائع کر دیا ہے۔ پھر اُس نے صفوت سے کہا: ”صفوت اسے دبوچو۔ یہ عورت تو مچپانسی کے سوا۔ جس کا افسران فیصلہ بھی کر چکے ہیں۔ کسی اور چیز کی مستحق نظر نہیں آتی۔ میں تو اس کے حق میں بہتری کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا، لیکن میرا دستِ تعاون اس نے جھٹک دیا ہے۔ لگنے دو اب اسے مچپانسی۔“ یہ بات کہہ کر وہ شخص بڑبڑاتا ہوا باہر نکل گیا۔

اصل قضیہ | صفوت شیطان نے مجھے آڑے ہاتھوں لیا، اور بڑے وحشیانہ طریقے سے مجھے چرمی تازیانے رسید کرنے لگا۔ کبھی ہاتھوں سے تازیانے مارتا اور کبھی پاؤں سے مٹھو کر لگاتا۔ اور پھر مجھے حسب معمول کوٹھڑی میں چھوڑ آیا۔ میں سخت حیران ہوں کہ اگر ان لوگوں کا یہ دعویٰ ہے کہ قضیہ کی تمام کڑیاں اور خطوط بے نقاب ہو چکے ہیں تو پھر یہ لوگ مجھ پر کھلی عدالت میں کیوں مقدمہ نہیں چلاتے۔ ترغیب و ترہیب اور تعذیب و تشدد کا جو وطیرہ انہوں نے اختیار کر رکھا ہے، اس کی کیا ضرورت ہے یا یہ لوگ سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق سسکا سسکا کر مارنا چاہتے ہیں۔ بے شک قضیہ کی تمام کڑیاں اور تمام خطوط طشت از بام ہو چکے ہیں، بلکہ میں کہوں گی کہ اس کا مفصد اصلی بھی عیاں ہو چکا ہے۔ اور عیاں را چہ بیاں، یعنی اصل قضیہ یہ ہے کہ یہ حکمران اس ملک میں جاہلی نظام چاہتے ہیں اور وہ اس سے دست بردار ہونے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

خدا کرے یہ دن عافیت سے گزرے | کوٹھڑی کا دروازہ بند ہے۔ میں خیالات کی ایک اور ہی دنیا میں منتقل ہو گئی۔ تکان، خستگی اور دردِ دل سب عوارض نے میرے جسم و جان پر اپنے اثرات و نتائج کے گہرے نقوش ثبت کر رکھے تھے۔ میں اپنی جگہ پر منہ ڈھانپ کر لیٹ گئی۔ نیند لانے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکی۔ میری کیفیت یہ تھی کہ میں گویا آگ میں دھکتے ہوئے کیلوں کانٹوں پر لیٹ رہی تھی۔ کوٹروں نے، ٹھوکروں نے اور سر پر لگائی جانے والی ضربات نے میرا جسم تار تار کر رکھا تھا۔ جب کہ نہایت غلیظ اور فحش انداز میں دی جانے والی گالیوں نے میرے ذہن و قلب کو جبری طرح مکدر کر دیا تھا۔ میں بے چینی اور دردِ دو کرب میں رات بھر بے چینی سے پہنو بدلتی رہی یہاں تک کہ فجر کی اذان ہو گئی۔ علیہ اور غادہ بھی بیدار ہو گئیں اور ہم نے تیمم کر کے نماز ادا کی۔ میری حالت کسی سوال کی محتاج نہ تھی۔ میرا جسم زبانِ حال سے پکار پکار کر اپنی سرگزشت بیان کر رہا تھا۔ علیہ نے میری طرف دیکھا اور کہا: ”ڈاکٹر نے مجھے کچھ تسکین آدھ گولیاں دے رکھی ہیں۔ حاجن! کیا تم ایک آدھ گولی لینا پسند کرو گی؟“ میں نے کہا علیہ تمہاری پیش کش قبول کر لیتی ہوں۔ لہذا میں نے گولی کھالی اور نیند کو دعوت دی، مگر نیند کے بس میں کہان کہ وہ تار تار جسم اور یہ ریزہ ریزہ جان کو مجتمع کر سکے۔ ہم نے اشد کی جانب رجوع کیا۔ قرآن کریم کی تلاوت شروع کر دی اور تا استطاعت چند سجدے بھی گزارے۔ غادہ جس روز سے جیل میں آئی تھی روزانہ کوٹھڑی کی دیوار پر جیل میں داخل ہونے کی تاریخ ثبت کر دیتی تھی۔ موصوفہ کہنے لگی: آج ۸ اکتوبر ہے۔ میں نے کہا: خدا یہ دن عافیت سے گزرا ہے۔ علیہ نے بھی دعائیہ انداز میں کہا: ”انشاء اللہ“

گھر سے میرے کپڑے کیوں منگوائے گئے | چاشت کے وقت کوٹھڑی کا دروازہ کھلا۔ صفوت اندر آیا۔ اُس کے ساتھ دو سپاہی تھے۔ جن کے ہاتھ میں ایک بڑا بیگ تھا۔ میں نے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا کہ یہ بیگ میرے گھر سے لائے ہیں۔ صفوت نے بیگ کھول کر کہا: ”زینب، یہ کپڑے تمہارے گھر سے منگوائے گئے ہیں۔“ اُس نے بیگ کو اُلٹ پلٹ کر نا شروع کر دیا۔ پہلے بیگ میں سے سب کچھ نکالا اور پھر اُس میں واپس رکھ کر اُسے بند کر دیا۔ بیگ گویا کسی لمبے سفر کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ میں نے پوچھا: ”یہ کپڑے کس نے منگوائے ہیں اور کون انہیں لے کر آیا ہے؟“

صفوت نے جواب دیا: ہم نے منگوائے ہیں اور تمہاری بہن حیات انہیں لے کھائی ہے۔ اس کے بعد اُس نے سپاہیوں کو بیگ واپس لے جانے کا حکم دیا اور خود محو طری دیر کو ٹھٹری میں رہا اور پھر دروازہ بند کر کے چل دیا۔

جیل کے کارکن چلے گئے۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ بیگ کی کہانی سنتے ہی مجھ پر شدید غشی کا دورہ پڑ گیا۔ علیہ اور غادہ جھٹ میری طرف لپکیں اور میرے ہاتھ اور پاؤں رگڑنے لگیں تاکہ مجھے ہوش میں لے آئیں۔ میرا غم ہلکا کرنے کے لیے کہنے لگیں: "حاجن! معمولی بات ہے۔ جیل والوں نے سوچا ہوگا کہ تمہیں کپڑوں کی ضرورت ہے۔ اس لیے تمہوں نے یہ کپڑے منگوائے لیے ہیں۔ یہ تو بالکل معمولی بات ہے۔ بالکل معمولی۔"

میں نے ہوش میں آتے ہی بچیوں سے کہا: "علیہ بھی۔ کسی بڑی مصیبت کا سامنا ہونے والا ہے۔" علیہ پھر بول اٹھی کہ نہیں، حاجن ایسا کیوں سوچتی ہو۔ جیل والے دیکھ چکے ہیں کہ تمہارا کپڑے تار تار ہو چکے ہیں۔ اور تمہیں نئے کپڑے درکار ہیں۔ میں نے کہا: علیہ۔ یہ بات نہیں ہے۔ میں محسوس کر چکی ہوں کہ یہ ایک نئی آزمائش کا آغاز ہے۔ صرف میرے لیے ہی کیوں یہ کپڑے منگوائے گئے ہیں۔ میں اس خصوصی "حسن سلوک سے دل میں گھٹن اور بیزاری محسوس کر رہی ہوں۔ میں موجودہ آزمائش سے بڑھ کر سنگین تر آزمائش کے منہ میں جانے والی ہوں۔ چنانچہ میں حسبِ معمول اپنے حقیقی چارہ گر کی طرف متوجہ ہوئی اور عرض کیا کہ اے میرے مالک و مددگار مجھے راہِ حق پر ثابت و استوار رکھو۔

ہم نے نمازِ عصر کے لیے صفیں درست کیں اور آخری رکعت میں غنیمت کہ صفوت الروبی دندناتا ہوا اندر آیا اور مجھے جانوروں کی طرح کھینچ کر کہنے لگا کہ "اٹھ میرے ساتھ چل۔" مجھے باہر کھینچا اور دروازہ بند کر دیا۔ مجھے گلی کے آخر کنارے میں لے گیا۔ اور پھر مجھے ایک انتہائی تاریک کوٹھڑی میں پھینک دیا۔ کوٹھڑی نہ صرف تنگ و تاریک تھی بلکہ بڑی بدبودار اور نمدار۔ چوہے چاروں طرف اس میں بھاگ دوڑ رہے تھے۔ میں کوٹھڑی میں خود فرزدہ ہو کر بیٹھ گئی۔ سردی کی شدت سے میرا جسم کانپ رہا تھا۔ پختہ فرش کی ٹھنڈک سردی میں مزید تندی پیدا کر رہی تھی۔ کوٹھڑی کی تاریکی بھی میرے خوف و ہراس اور میرے درد و کرب میں دوچند اضافہ کر رہی تھی۔ میں نے

اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کیا تاکہ اُس کی عنایت سے پایاں کی طفیل میں ان حالات پر قابو پا لوں۔ میں نے تمیم کیا اور اللہ کی جانب متوجہ ہو گئی۔ اور اس کی بارگاہ میں جیبہ سائی کرنے لگی۔ اور پھر دل کی ہر بات اُس کی جناب میں عرض کی۔ اُس کا ارشاد ہے: **اَلَا يَذْكُرُ اللّٰهُ تَطْمِئِنُّ الْقُلُوْبُ** (آگاہ رہو کہ اللہ کی یاد سے دلوں میں اطمینان پیدا ہوتا ہے)۔

صدر جمہوریہ کی طرف سے تعذیب کا حکم نامہ | یکا یک روشنی ہوئی۔ صفوت الروبی اندر آیا اور میری طرف ہاتھ بڑھا کر کہنے لگا: اے بنت، پڑھ یہ خط۔ میں نے خط پر نظر ڈالی۔ اُس کی پیشانی پر یہ عبارت درج تھی: **دفتر صدر جمہوریہ۔ اور نیچے ٹائپ میں یہ مختصر تخریر درج تھی۔** **بأمر جمال عند الناصر رئيس الجمهورية تغذّب زينب الغزالي الجبيلي فوق تعذيب الرجال** (بحکم جمال عبدالناصر صدر جمہوریہ: زینب الغزالی الجبیلی پر مردوں سے بڑھ کر تشدد کیا جائے)۔ دستخط: جمال عبدالناصر رئیس الجمہوریہ۔ خط پر پرنٹڈ نوٹ اُس کی مخصوص مہر بھی ثبت تھی۔ میں نے یہ خط پڑھنے کے بعد صفوت کو یہ کہہ کر واپس کر دیا: **اللہ اکبر۔ اللہ بہت بڑا ہے۔ وہ تم سب سے بڑا ہے۔ ہمارے ساتھ اللہ ہے۔ وہی ہمارا نگہبان ہے۔**

صرف ایک گھنٹہ باقی ہے | صفوت انتہائی خشنماک نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ اُس نے غلیظ دہن سے نہایت ناپاک و ناگفتہ بہ گالیوں کی غلاطت برسنے لگی۔ میں چپ رہی اور کوئی بات منہ سے نکالی۔ وہ دروازہ بند کر کے چلا گیا۔ چند لمحات کے بعد باہر سے صفوت کی آواز کان میں آئی۔ اُس نے بلند آواز سے کہا: **خبردار!** اور پھر کوٹھڑی کا دروازہ کھل گیا۔ حمزۃ البسیونی اندر آیا۔ اُس کی دونوں آنکھوں میں شیطان پا کو بی کر رہا تھا۔ جیسے کہنے لگا: **تیرے لیے یہ آخری موقع ہے۔ صرف ایک گھنٹہ۔ اچھی طرح سوچ لے۔ اچھی طرح اپنے بڑے بھلے کا اندازہ کر لے۔ میں نے تیرے کپڑے منگوا لیے ہیں تاکہ تو فیلڈ مارشل عبدالکیم عامر اور صدر جمہوریہ جمال عبدالناصر کی ملاقات کی جلد کے۔ اس کے بعد اس کیس میں تیری پوزیشن بدل جائے گی۔** اُس نے صفوت کی طرف دیکھا اور کہا: **صفوت، اسے صدر صاحب کا خط پڑھ کر سنا دو۔** صفوت کھل بھاڑ کر خط پڑھنے لگا: **بحکم جمال عبدالناصر صدر جمہوریہ: زینب الغزالی الجبیلی پر مردوں سے بڑھ کر تشدد کیا جائے۔**

دستخط جمال عبدالناصر حمزہ البسیونی یہ خط صفوت سے لے لیا اور مجھے بتاتے ہوئے کہنے لگا: "اے پاگل عورت، پکڑ یہ خط۔ اور جو کچھ اس میں لکھا گیا ہے اُسے اچھی طرح سمجھنے میں نے اُسے جواب دیا: "میں اسے پڑھ چکی ہوں۔" کہنے لگا: "دوبارہ پڑھ۔ یہ پڑھنے کی چیز ہے۔" پھر وہ صفوت کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: "صفوت! کہاں ہے تانہ یا نہ؟" میں نے خط ہاتھ میں لے لیا اور پڑھنے لگ گئی۔ اور پھر میں نے اسے زمین پر پھینک دیا اور پوری قوت کے ساتھ کہا: "اے قاجروں کے ٹولے اللہ تم سب سے بالا و تر ہے۔ اے خدا کے منکر و، یہاں سے نکل جاؤ۔" حمزہ البسیونی نے کوٹھڑی کے باہر پھرنے والے بعض سپاہیوں کو پکارا۔ ایک سپاہی کپڑوں کا بیگ لیے اندر آیا۔ اور مجھے کہنے لگا: "مجھے صرف ایک گھنٹے کی مہلت ملے گی۔ یہ تیرے کپڑے ہیں۔ خوب سوچ لے۔ تو اپنے جھلے کی فکر کر۔ اس مسئلے کا حل تیرے اپنے ہاتھ میں ہے۔" یہ تلقین کر کے سب لوگ دروازہ بند کر کے واپس چلے گئے۔ میں نے پہلے اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا اور پھر حق پرست رہنے کی دعائیں کرنے لگی۔

ایک گھنٹے کی جو مہلت مجھے دی گئی تھی وہ تمام ہو گئی۔ صفوت کی آواز کانوں سے ٹکرائی "خبردار! حمزہ البسیونی اندر آیا۔ میرے سر پانچا کا جائزہ لیا اور پھر کہنے لگا: "کیا تو نے کپڑے تبدیل نہیں کیے۔" کیا تو نے موت کے منہ میں جلنے کا فیصلہ کر رکھا ہے۔ چل یونہی سہی۔ تو نے تو اپنی جان کا سودا کر رکھا ہے۔ چہ خوب صفوت! اس بنت الحرام کو قابو کر۔ یہ سید قطب اور حسن البھنبی کی نذر ہونا چاہتی ہے۔ وہ بھی اس عورت سے اپنی جان چھڑانا چاہتے ہیں اور خود سُرخ رو ہو کر نکلنا چاہتے ہیں۔"

صفوت نے مجھے زور سے کھینچا اور کوٹھڑی سے باہر لے آیا اور پھر مجھے ساتھ لے کر گلی کے اندر چل پڑا۔ میں نے زور سے "اللہ اکبر" کہا نا کہ علیہ اور غادہ میری آواز سن لیں میں یہ خیال کر چکی تھی کہ یہ میری زندگی کے آخری لمحات ہیں۔ جیسا کہ حمزہ البسیونی مجھے بتا چکا تھا۔

(باقی)